فکر اسلامی کا بحران

مولانا امین عثمانی، سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، نئی دہلی

رفیق منزل JUNE , 2015

(صورتحال کے تجزیے اور مطلوبہ لائحہ عمل پر ایک بہت ہی جامع اور مفید تحریر۔ادارہ)

اللہ کے نزدیک دین، صرف اسلام ہے،اور اس کے بینات میں پہلا بینۃ عقل و علم ہے،دوسرا بینۃ نازل شدہ کتاب، تیسرا بینۃ رسالت اور چوتھا بینۃ معرفت نفس اور مشاہدہ آیات ہے۔

اسلام ایک جانب عقل و علم،تدبر و تفکر،تفقہ و اقرأ سے عبارت ہے تو دوسری طرف عدم شرک و کفر،عدم اتباع ہویٰ،عدم اتباع خطوات الشیطان،اور اجتناب طاغوت سے عبارت ہے۔

اسلام نیک شگونی اور امید و توقع کا دین ہے نہ کہ مایوسی کا دین،وہ محبت کا دین ہے نہ کہ نفرت کا دین،تعارف کا دین ہے نہ کہ ایک دوسرے سے دوری کا دین، گفتگو و مذاکرات کا دین ہے نہ کہ ٹکراؤ کا دین،نرمی کا دین ہے نہ کہ سختی و غلو کا دین،رحمت کا دین ہے نہ کہ قساوت کا دین،امن کا دین ہے نہ کہ جنگ کا دین، تعمیر کا دین ہے نہ کہ تخریب کا دین،وہ تقریب و وحدت کا دین ہے،نہ کہ تفریق کا دین۔

اسلام خیر و صلاح اور یُسر و آسانی کا دین ہے،وہ اجتہاد و تجدید اور تبدیلی کا دین ہے جو تغییر و انقلاب کے ذریعہ انسان کو نفع پہنچانا چاہتا ہے،دین خود مصلح ہے،وہ اپنی حرکی و ترکیبی قوت سے انسان کی اصلاح اور تزکیہ کرتا ہے یعنی انسان کے قلب و نظر اور عقل کو درست اور حالت صحت میں رکھتا ہے،سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ وہ انسان کو یقینی علم (وحی الٰہی) سے روشنی ور ہنمائی حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اسلام اپنے جامع اصولوں اور واضح ہدایات کی بنیاد پر کامل دین ہے، مگر یہ دین فرد اور سماج دونوں میں اسی وقت برگ و بار لاتا ہے جب دل و دماغ کی زمین تیار اور اس میں قبول و اخذ کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہو، کیونکہ چشمہ اسی وقت پھوٹ سکتا ہے جب توفیق الٰہی اور قدرت و قوت دونوں کا بیک وقت اجتماع و اتصال ہو۔رنگ و نور کا ظہور اسی وقت ہوتا ہے جب ہر چیز متوازن و متناسب ہو۔

اسلام کی تشریح و تعبیر اور بیان و تفسیر میں مفہوم و معنی کے اندر پائی جانے والی یکسانیت،تاثیر و توازن کی اصل وجہ خود اس کی اپنی نوری قوت،روح اور ترکیب و بناوٹ ہے۔البتہ شارحین کی آراء میں پائے جانے والے اختلافات کا تعلق ان کی اپنی عقلی صلاحیت، سماجی ماحول اور مخصوص پس منظر سے ہے۔ حق و صداقت اور نور یقین تک کبھی رسائی ہوتی ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتی کیونکہ عقل کوتاہ ہے،اس لئے اس کا قصور و عجز رکاوٹ بن جاتا ہے۔

ہدایت الٰہی ایک ایسی عظیم نعمت ہے جو اپنی تابانی وجمال میں سب سے بلند ہے، یہ نعمت نصیب والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ مگر اس کے ملنے کے باوجود کوتاہیوں اور غلطیوں کی وجہ سے حبط اعمال بھی ہو جاتا ہے، اور توفیق سلب ہو جاتی ہے، قلبِ انسان، رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، وہ اسے تقاضائے عدل کے تحت پلٹ دیتا ہے، ویسے ابتلاء وآزمائش کے لئے شر نفس، شر شیطان اور پُر کشش دنیا اپنی جگہ قائم ہے۔

تناسب و سطح اور معیار بھی اپنے آپ میں اثر انداز ہونے والا ایک اہم عنصر ہے مثلاً ایمان ویقین کی سطح، تقوی کی سطح، تقرب الی اللہ کی سطح، طہارت قلب کی سطح، معیار علم و معرفت کی سطح وغیرہ اسی اعتبار سے درجات کی تعیین ہوتی ہے۔ انبیاء، صدیقین، صالحین، شہدا کا مرتبۂ علم و عمل سب سے بلند تر ہوتا ہے۔

تشریح دین کا سلسلہ مسلسل جاری رہا ہے، اور تجدید کا بھی، اسلام اپنے محکم اصولوں، اور ''قطعیات و مسلمات'' کی بناء پر غالب وظاہر ہے۔ یہ تمام ادیان کا ناسخ ہے، کیونکہ آخری آسمانی دین ہے جو آخری نبیؐ کے ذریعہ بھیجا گیا جسے روئے زمین پر برت کر اور عمل کر کے دکھایا گیا۔ یہ مجموعہ ہے عقل و علم اور تفکر وتدبر کا، تعمیر و تجدید اور امن وامان کا، عدل و حقوق اور آزادی کا۔

اسلام کی عقلی تشریحات میں فلاسفہ نے بڑی محنت کی اور مختلف تعبیرات واصطلاحات کے ذریعہ اسے معقولی انداز سے پیش کیا۔ اس طرح ایک اہم فکری سرمایہ وجود میں آیا، چنانچہ مختلف اقوام و ملل اور اصحاب عقل ودانش کے اسلام میں داخل ہونے اور تہذیبی وتمدنی وثقافتی تبادلوں کے نتیجہ میں ابھرنے والے عقلی سوالات کو علم کلام کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں اسلام کو عقلی بنیادوں پر سمجھنے کی جستجو ہوتی رہی، اور فکری ارتقاء کا عمل جاری رہا۔ مفکرین فکری موضوعات پر مباحثات میں حصہ لیتے رہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تہذیبوں اور قوموں کا عروج وزوال بہت کچھ ان کی فکری صلاحیتوں پر مبنی ہوتا ہے، جیسا کہ علوم وفنون کی ترقی کا راز فکر کی مخفی قوت میں پوشیدہ ہے۔

اسلامی تاریخ میں اسلامی تہذیب وتمدن کو جو عروج حاصل ہوا، وہ اصل فکری جدت وندرت، فکری قوت وانقلاب کے ذریعہ ممکن ہو سکا، لیکن وأنتم الأعلون کو سیاسی واقتصادی زوال کیوں ہوا؟ قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں یہ اسی وقت ہوا کرتا ہے جب فکری انحطاط پیدا ہو جاتا ہے۔

فکری انحطاط وجمود کے اسباب (۱):

تعقل پسندی کا عالم سکرات میں داخل ہونا

اللہ نے ہمیں عقل عطا کی تاکہ ہم اس کے ذریعہ بہتر سے بہتر انداز سے سوچ سکیں اور ہر سمت میں غور کر سکیں، چیزوں کو پرکھ سکیں، جائزہ لے سکیں، چھانٹ پھٹک کر سکیں تو جب اہل اسلام نے عقل کا استعمال کیا تو اللہ نے اسے اس کے ذریعہ غلبہ عطا کیا کیونکہ وہ وسائل اور ذرائع امت کے سامنے آئے جن کا اس نے بہتر سے بہتر استعمال کیا، اس نے علوم وفنون میں ترقی کے زینے طے کئے، نظریات کو تجربات کے دائرہ سے گزارا، نئے سانچے بنائے، نئے آلات تیار کئے، دنیا میں بکھرے ہوئے علوم کا ترجمہ کیا تاکہ دیگر تہذیبوں کی فکری وعقلی خدمات سامنے آسکیں، ان کی خوبیاں وخامیاں واضح ہو سکیں، تو جس قدر اور جس سطح سے امت نے عقل کا استعمال کیا اسی قدر وہ آگے کی طرف بڑھی، لیکن جب اس نے عقلیت پسندی سے کنارہ کشی اختیار کی تو پھر فکری اعتبار سے اس پر اضمحلال کی کیفیت طاری ہوگئی اور طویل مدت میں دیگر قومیں اس سے آگے بڑھتی چلی گئیں کیونکہ دیگر اقوام نے سوچنے، سمجھنے اور غور کرنے کا کام عقلی بنیادوں پر زیادہ تیزی سے جاری رکھا، اختلافات وہاں ان کے درمیان بھی ہوئے لیکن امت میں عقلی بنیاد پر پیدا ہونے والے اختلاف کو طاقت وقوت سے دبانے کی کوشش کی گئی، چنانچہ امت کے فکری انحطاط میں سب سے پہلا رول عقلیت پسندی سے دوری اور فرار کی راہ کا اختیار کرنا ہوا۔

آباءپرستی اور پیچھے چلنے کی عادت

فکری جمود کو جنم دینے میں آباءپرستی کا بڑا کردار ہوا کرتا ہے، کیونکہ انسان ایک بندھے ٹکے طریقے پر سوچنے کا عادی ہوچکا ہوتا ہے وہ اپنی عقلی قوت کا استعمال یا تو کرنا ہی نہیں چاہتا یا کرنے کو برا سمجھتا ہے، وہ یہ سوچتا ہے کہ ہم سے بڑے اور ہمارے سابقین اور ہمارے آباءواجداد جس فکر پر گامزن رہے اور جس راہ پر چلتے رہے بس اسی پر چلنا چاہئے، وہ ان رجحانات اور طریقوں کے بارے میں غور نہیں کرتا جس پر غور کرنا ضروری ہوتا ہے، آباءپرستی ایسی بیماری ہے جو انسانی عقل کو دھیرے دھیرے بے انتہا کمزور اور نحیف بنادیتی ہے، یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے اگر کسی شیر خوار بچے کو صرف دودھ ہی پلایا جائے اور کوئی اور چیز کھانے اور پینے کے لئے نہ دی جائے جو اس کی نشوونما کے لئے ضروری ہے، یہ عادت جب قوموں کو لگ جاتی ہے تو وہ ان کو ترقی کی شاہراہ پر نہیں آنے دیتی اور برابر یہ بیماری ان کو پیچھے دھکیلتی رہتی ہے۔

طرز کہن پر قائم رہنے کی خصلت

ملتوں کی یہ سوچ کہ جس طرز پر وہ پہلے سے قائم اور گامزن ہیں وہی اصل حقیقت ہے اور وہی ان کی حیات واساس ہے تو پھر یہ طرز کہن ان کو نئی چیز اور نئی فکر کی جانب کبھی متوجہ نہیں ہونے دیتا، بلکہ یہ قدیم طریقہ ان کو ایک خاص مدار پر محبوس ومقید کرکے رکھتا ہے، جب قومیں طرز کہن پر اڑی رہتی ہیں تو شکست وزوال کا شکار ہونے لگتی ہیں ۔

علم محدود کو علم کل سمجھ کر اکتفاء کرنا

امت کی (مذہبی ہو یا سیاسی، علمی ہو یا سماجی) قیادت نے جب اپنے محدود علم کو علم کل اور عقل کل سمجھنا شروع کیا اور اس طرح وہ ان تمام علوم وفنون سے بے نیاز ہو گئی جو اس کو زیادہ بہتر طریقہ پر قیادت کرنے اور رہنمائی کرنے کی قوت دے سکتی تھی، یہ فکر جب قیادت پر طاری ہوئی تو وہ بتدریج محدود سے محدود طریقوں پر اکتفا کرنے لگی، اس نے سیکھنے سکھانے، پڑھنے پڑھانے، تعلیم و تعلم کے ایسے پیمانے اختیار کر لیے کہ وہ سمٹتی چلی گئی۔ اس نے پھر علوم کی تقسیم در تقسیم کی جس کے نتیجہ میں وسیع حصے اس کی نظروں سے اوجھل ہونے لگے، وہ اپنے محدود ذخیرہ کو سب کچھ سمجھنے لگی، اور اسی پر اکتفا کر کے اس نے دیگر تمام چیزوں کو دیکھنا شروع کیا، جو فکری انحطاط کا باعث بنا۔

فکری اثاثہ سے استفادہ نہ کرنا

امت کا فکری اثاثہ مشرق و مغرب کے کتب خانوں میں مطبوعات و مخطوطات کی صورت میں بکھرا پڑا ہے لیکن اس سے استفادہ نہ کرنے اور اس سے واقف و آگاہ نہ ہونے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنے کا رجحان، امت کے فکری انحطاط میں اضافہ کا باعث بنا، کیونکہ صدیوں پر محیط عظیم فکری اثاثہ یکساں حالت میں بند پڑا رہا اور علم و تحقیق کا دعوی کرنے والوں کی نگاہوں سے مخفی رہا۔ فکریات پر مبنی سرمایہ سے بے توجہی نے فکری جمود کو دوچند کر دیا۔

کلیت پسندی سے جزئیت پسندی کی طرف سفر

امت اور افراد امت کی فکر تو آفاقی ہونی چاہئے لیکن اس آفاقیت کو نقصان اس وجہ سے پہنچا کہ اس کے اصحاب علم جزئیت پسندی کی طرف مائل ہو گئے، کلیت پسندی سے اجتناب نے ان کو بتدریج جزئیت پسندی کے اس مرغولہ میں داخل کر دیا جس میں وہ الجھے رہے، ان کا یہ سفرِ معکوس ان کو فکری انحطاط سے قریب کرتا چلا گیا۔

تحقیق وریسرچ سے مکمل لاپرواہی

تحقیق وریسرچ کی جانب سے غفلت ولاپرواہی نے جمود کی تاریکی میں مزید اضافہ کیا، کیونکہ جب تحقیق و بحث کا سلسلہ کمزور یا بند ہو گیا یا اس کے معیار میں پستی و گراوٹ آئی تو پھر وہ کھڑکیاں نہیں کھل سکیں جن سے نئی ہوا آتی اور عقل کی روشنی میں اضافہ کرتی، فکر کو تازگی بخشتی، علوم وفنون کے تمام اصناف میں تحقیق کے فقدان نے امت کو قوت حاصل کرنے سے روکا یہاں تک کہ وہ فکری انحطاط کی وجہ سے مغلوبیت کا شکار ہوتی چلی گئی۔

تقلید میں شدت اور اجتہاد سے اجتناب

غلو و شدت پسندی کے رجحان نے ایک نئی مصیبت کھڑی کی، جب آراء کے اختلاف کی بنا پر اصحاب علم ایک دوسرے سے ٹکرانے اور دعوت دین کے بجائے مسلکی توضیح و تشریح میں زیادہ قوت صرف کرنے لگے، انہوں نے تمام مسائل کا حل اپنے اسی موقف میں تصور کیا جسے انہوں نے اختیار کیا، امت میں اس متشددانہ سوچ نے کھلے پن اور فکری کشادگی کا راستہ بند کر دیا، اسی کے ساتھ ایک دوسرا پہلو یہ بھی سامنے آیا کہ اجتہاد سے اجتناب کیا جانے لگا، بلکہ اسے ممنوع بھی قرار دے دیا گیا، اور اس کے لئے مختلف انداز کی تاویلیں بھی کی گئیں، اجتہاد کا مطالبہ کرنے والوں کو مطعون کیا گیا اور ان کو متجد دین کا خطاب دے دیا گیا، اس رویہ نے بھی فکری انحطاط کی راہ ہموار کی۔

نظریاتی دہشت گردی

تشریحِ نصوص کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے علمی اختلافات بالخصوص فقہی اجتہادات کے اختلافات نے اس وقت نئی شکل اختیار کی جب اختلاف رائے کے نتیجہ میں مسلکی شدت پیدا ہوئی، دوسرے مسلک کو کمزور، بے بنیاد، غیر افضل ثابت کرنے کی کوشش کی جانے لگی پھر اس سے آگے بڑھ کر مسلک کی بنیاد پر جنگ و قتال کی نوبت آگئی۔ رد و قدح میں کتابیں لکھی جانے لگیں۔ مسلک کی بنیاد پر مساجد و مدارس وجود میں آگئے، مسلک کی بنیاد پر تعلیمی نصاب تیار ہونے لگا۔ اسی طرز پر مفتی و قاضی فروغِ مسلک کے لیے تیار کیے جانے لگے۔ قیام مدارس کا مسابقہ شروع ہو گیا۔ مسلکی تشدد کے ذریعہ فکر کی آزادی سلب کر لی گئی، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور مغلوب کرنے کی کوشش کی گئی۔

تربیتی و تعلیمی نظام کا خلل

فکری انحطاط و جمود کے قضیہ میں اصل بنیادی حصہ اس تربیتی و تعلیمی نظام کا ہے جس سے خلل واقع ہوا ہے، تہذیبی و تمدنی ارتقا کا تقاضا اور عصری ضروریات و مسائل کا مطالبہ تو یہ تھا کہ تعلیمی نظام و نصاب کا جائزہ لیا جاتا اور اس میں حاصل ہونے والے نتائج اور پائی جانے والی کمزوریوں اور نقائص کو سامنے رکھتے ہوئے ضروری تبدیلیاں کی جاتیں لیکن نہ صرف برصغیر ہند و پاک میں بلکہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے دینی مدارس نے اپنے تعلیمی نظام کا معروضی جائزہ نہیں لیا اور نظام تربیت کو بہتر بنانے کی کوشش نہیں کی جس کی وجہ سے وہ ایک ایسا سانچہ بن گیا جس سے ڈھلنے والی عقلیں اور تیار ہونے والے ذہن ،،فکر محدود" کے حامل رہے۔ ہندوستان میں یہ مسئلہ زیادہ اہم ہے۔ یہاں کے مدارس میں پائے جانے والے مختلف نصاب تعلیم، مختلف درسی کتابیں، مختلف طریقۂ امتحان، غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی کثرت اور ایک خاص رنگ پر ڈھالنے کی جد و جہد جیسے مقاصد نے فکری انحطاط میں اضافہ کیا۔

علماء کا پاپائیت کے رنگ میں رنگنا

روشن ضمیر علماء کی فکراوران کا تقویٰ ان سے دین کی خدمت لیتا ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیادار علماء، درباری علماء، سرکاری علماء سے فکری جمود میں اضافہ ہوتا ہے۔ ضرورتوں نے ان کو خاص انداز، خاص وضع قطع اختیار کرنے پر مجبور کرر کھا ہے۔ کبھی وہ چاہتے ہوئے بھی کلمۂ حق نہیں کہہ پاتے اور نہ لکھ پاتے ہیں۔ مصالح کی مجبوریاں حائل ہوتی ہیں۔ کبھی یہ جذبہ ہوتا ہے کہ ہر محاذ اور ہر سطح پر ان کی نمائندگی ہو۔

فکری عروج کے راستے (۲):

غور و فکر میں آزادی

آیات قرآنی میں جس تفکر کی دعوت دی گئی ہے وہ ایسا خالص عقلی عمل ہے، جس میں قوت عقلیہ کا استعمال ہوتا ہو، اور اسباب و مسببات کی کنہ و کیفیت کی تلاش ہوتی ہو، عقل اگر آزاد نہ ہو تو پھر اس کی روشنی میں حقائق منکشف نہیں ہو سکتے۔ غور و فکر کے اندر گہرائی و گیرائی جتنی زیادہ ہو گی اسی قدر پردے اٹھتے جائیں گے، جانبدارانہ غور و فکر، یا نشان زد دائرہ میں غور و فکر سے صحیح نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

مطالعات و مشاہدات کی کشادگی

مطالعہ اگر کسی خاص سوچ اور ذہن کے ساتھ کیا جائے تو پھر عقل ان پہلوؤں کا ادراک نہیں کر سکتی جس کا اسے ادراک کرنا چاہئے، مطالعہ کا ڑ کھا پن، اس کی تنگی و محدودیت، اس میں معروضیت کا فقدان، علم کی اس وسعت و کشادگی میں داخل ہونے سے روکتا ہے جو مطالعہ کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتی ہے، مطالعہ و مشاہدہ کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ سب انسانی فکر کو کشادگی عطا کرتی ہیں اور خود بخود اس کی فکر ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہوتی چلی جاتی ہے، علم کے گہرے سمندر میں پنہاں قیمتی موتیوں کو نکالنے کے لئے ایسے ہمہ جہت مطالعہ و مشاہدہ کی ضرورت ہے جس سے عقلی قوت روشن ہو سکے۔

عقلی قوت کے استعمال کی آزادی

اللہ تعالی نے انسان کو جو عقل عطا کی اس میں بے شمار اسرار پوشیدہ ہیں تو جب انسان اپنی عقل کا استعمال آزادی کے ساتھ کرتا ہے تو عقلی قوت کو جلا ملتی ہے اور وہ نئے خطوط پر تیزی سے سوچنے لگتی ہے، عقلی قوت اگر آزادی کے ساتھ غور و فکر نہ کرے تو وہ انحطاط کے عالم میں آکر روبہ زوال ہونے لگتی ہے، عقل جب آزاد ہو اور اس کی قوت کا صحیح سمت میں استعمال ہو اور وہ بلندی کی طرف مائل ہو تو پھر حیرت انگیز نتائج سامنے آتے ہیں اور علوم و معارف اور افکار کے ذخیرہ میں اضافہ ہوتا ہے، مگر عقل پر بندش اور اس کو زنگ آلود بنانے کی کوشش اسے گہری نیند سلا دیتی ہے۔

انفس و آفاق میں غور کی آزادی

آفاق وانفس میں غور کرکے ان چیزوں کو تلاش کرنا جو انسان کے لئے مفید ہیں جس سے تمدنی ترقی میں تیز رفتاری آئے ایک مثبت جدوجہد ہے، آفاق وانفس میں غور کرنے سے وہ چیزیں بھی سامنے آتی ہیں جو قدرت الٰہیہ کی صناعی کا حیرت انگیز نمونہ ہیں اور اس کے نتیجہ میں انسان حق وصداقت سے قریب تر ہوتا ہے، لیکن یہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب آزادی کے ساتھ ایک بہتر طریقہ کار اختیار کرکے آفاق وانفس میں پنہاں نشانیوں پر غور کیا جائے، فکری انہماک اور نتائج اخذ کرنے کی خوبی انسان کو بہت سے حقائق بیان کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

محدودیت وروایت پسندی سے دوری

اگر قصداً کسی متعین راہ پر اور متعین حد تک چلنے اور دیکھنے کی عادت ڈال لی جائے تو اس سے یقیناً بقیہ چیزیں او جھل رہیں گی، یہ انسانی فطرت اور اس کو عطا کردہ صلاحیت کے خلاف ہے، ایسی محدودیت یا ایسی روایت پسندی جو انسان کو غور وفکر کرنے سے روک دے اور تلاش وجستجو کی راہ میں رکاوٹ بنے وہ یقیناً مضر اور مذموم ہے، اس لیے پست ذہنی اور تنگ نظری علم کے افلاک میں سیر کرنے سے روکتی ہے۔

قرأت وحی اور قرأت کون پر عمل

نصوص کو اس طرح پڑھنا کہ اس کی روشنی میں کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیاں نظروں کے سامنے آجائیں جس طرح اسکرین پر تصویریں سامنے آجاتی ہیں، اسی طرح انسانی عقل کے سامنے رب کی تخلیق کردہ عظیم کائنات میں بکھری وہ تمام نعمتیں ہویدا ہو جائیں جو انسان کے لئے مسخر کی گئی ہیں۔ ان چیزوں کی تلاش اور ان کو نظریاتی وتجرباتی عمل سے گزارنے کی سعی انسان کو ایک نیا جوش، ولولہ اور ہمت اور ایک نئی فکری جہت عطا کرے گی۔

تنقید واحتساب کی آزادی

افکار وآراء کا علمی نقد ومحاکمہ اسے ترقی بخشتا ہے، اگر قومیں اور تہذیبیں اپنی تاریخ کا تنقیدی جائزہ نہیں لیتیں اور اپنے سرمایہ کو تنقید کے عمل سے نہیں گزارتیں تو وہ نئی راہیں تلاش نہیں کرپاتیں اس لئے تنقید واحتساب کی آزادی کے ذریعہ ہی فکر کی نئی تعمیر ممکن ہے۔

تلاش وجستجو اور ابتکار وابداع کا رجحان

اگر انسان کے اندر نئی چیزوں کی تلاش کا داعیہ اور رجحان نہ ہو تو پھر وہ اپنے علم وفکر میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتا، دنیا کی تہذیبیں اسی وقت ترقی کرسکیں جب انہوں نے اپنے گرد وپیش پر نظر ڈالی اور اپنے جستجو کے عمل کو تیز کیا اور تلاش کے مسلسل عمل نے ان کو ترقی کے کسی نہ کسی درجہ تک پہنچایا، دنیا کی تہذیبیں جو ختم ہو چکیں، اور جو تہذیبیں باقی ہیں ان کے مطالعہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے شب وروز ان چیزوں کی تلاش جاری رکھی جس سے وہ آگے بڑھ سکیں، پھیل سکیں اور عروج وترقی حاصل کرسکیں، یہی نہیں بلکہ ہر انسان اور انسانوں کے گروہوں میں ایک خوبی اور پائی جاتی ہے

وہ یہ ہے کہ کسی نئی چیز کو بنانااور نئی چیز کو پیش کرنا،ایسی چیز جس میں انوکھاپن اور ندرت ہو،اس رجحان کے تحت تہذیبوں اور اقوام نے ایسی ایسی حیرت انگیز چیزیں تیار کیں جن کو دیکھنے والا عش عش کر اٹھتا ہے ۔

:موجودہ فکری حالت کی تبدیلی کے طریقے (۳)

:فلسفۂ تغییر کی روشنی میں سب سے پہلے فکر کی تبدیلی کے لئے اقدامات کرنے ہوں گے اور حسب ذیل طریقوں کے ذریعہ صورتحال تبدیل کرنی ہوگی

فکر کا اسلامائزیشن

آزاد انسانی فکر کو اسلامی قالب میں ڈھالنا ایک محنت طلب کام ہے، لیکن فکر کو اسلامی بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے کچھ خاص خطوط پر چلایا جائے، ایسے خطوط جن کی تعیین قرآن وسنت سے ہوتی ہے۔

فکری منہج کی اصلاح

غور وفکر کے جو طریقے اور انداز مختلف سطح پر رائج ہیں ان کی درستگی ضروری ہے تاکہ وہ تعمیری رخ اختیار کر سکیں اور ان کے اندر امتیازی وصف پیدا ہو سکے، غلو، فکری انحراف، فکری تشدد، سطحیت اور یک رُخاپن سے فکر کو پاک وصاف کرنے کی طرف پیش قدمی ایک اصلاحی کوشش مانی جائے گی۔

قرآن اور قرآنی علوم سے شغف وتعلق میں اضافہ

جب تک کہ قرآن سے امت کا وہ تعلق قائم نہ ہوگا جو مطلوب ہے اور جس کی دعوت دی گئی ہے، اس وقت تک امت کے درمیان وہ فکری ترقی ظاہر نہ ہوگی جس کے نتیجہ میں اسلامی تہذیب وتمدن ایک بار پھر پورے جلال وجمال کے ساتھ ظاہر ہو سکے۔ قرآنی علوم اور سنتی علوم اور دیگر علوم اسلامیہ کی تشریح وتوضیح نیز تفہیم وتبیین کا استحقاق اصلاًان لوگوں کو ہوگا جو ان علوم سے گہرا تعلق رکھتے ہوں اور ان کی فکر سلیم ہو اور قلب بھی سلیم ہو، کیونکہ اگر قلب میں کجی ہے یا وہ بیمار ہے یا ہویٰ وہوس کا شکار ہے تو پھر بیمار ذہن علوم اسلامیہ کی صحیح تشریح نہیں کر سکتے۔

امتی فکر کی ترویج

امت کے درمیان ایک وسیع امت کا تصور اس طرح پیش کرنا جس سے کہ امت میں وحدت پیدا ہو سکے اور مجموعی طور پر مختلف اختلافات کے باوجود ایک امت کا ایسا تصور سامنے آسکے جو وسیع ترین بنیادوں پر قائم ہو، توحید، رسالت، آخرت کا تصور یا بنیادی ارکان کا تصور یا ایسی اساسیات کی ترکیب جس کی بنیاد پر امت ایک دوسرے کے ساتھ مل کر متحدہ امت بن سکے۔ امت کو خانوں میں بانٹنے، مسالک میں تقسیم کرنے کی کوشش کے علی الرغم وحدت امت کی فکر زیادہ اچھی اور قابل قبول فکر ہے۔

اقدار پر مبنی انسانیت دوستی اور وحدت

اعلیٰ اقدار پر مبنی انسانیت دوستی کا منہج موجودہ دور میں ہی نہیں بلکہ ہر دور میں مفید اور صالح نقطۂ نظر ہے جو نافعیت پر مبنی ہے، اگر سماجی انصاف اور حق شناسی نیک کاموں میں تعاون، ظلم کے خلاف جدوجہد جیسے اصولوں کو اختیار کیا جائے اور پھر تمام انسانوں کے ساتھ بہتر انسانی بنیادوں پر معاملہ کیا جائے تو یہ طرز زیادہ بہتر ہوگا، اور ہر خطہ میں ایک نئی روشنی پیدا کرے گا۔

(تعلیمی اصلاحات (اصلاح نظام ونصاب

فکر کی تبدیلی کے لیے اور اس کی ترقی کے لئے تعلیمی اور تربیتی نظام میں اصلاح ضروری ہے، اسی طرح امت کی ترقی اور اس کی فکری تبدیلی کے لیے بھی رائج نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں جوہری اور بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

علمی کاموں میں ترجیحات کی از سر نو تعیین

تمام علمی کاموں میں ترجیحات کی تعیین ضروری ہے، یہ کام اہل علم کے لیے مشکل تو نہیں ہے بشرطیکہ فکر روشن ہو اور دل میں کشادگی ہو، نیز تحقیق وجستجو کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہو، جب تک بحث و تحقیق میں نئی ترجیحات طے نہیں کی جائیں گی اس وقت تک بحث و تحقیق سے وہ نتیجے یقینا برآمد نہیں ہو پائیں گے جس سے فکر اسلامی بلندی کی طرف جاسکے۔

ذہین ترین عبقری اہل علم کی قوت وصف بندی

ہر خطے اور ملک میں عبقری صلاحیتوں کے حامل، فکری اعتبار سے ممتاز ذہین افراد کی تلاش اور ان کو مجتمع کرنے کی کوشش ایک اہم قدم ہو سکتا ہے جس سے فکری مسائل پر زیادہ بہتر انداز سے تبادلہ خیال اور گفتگو ہو سکے، مگر یہ کام مفید اسی وقت ہوگا جب اس میں تسلسل ہو اور ذہانت وفطانت کے ساتھ یہ کام انجام دیا جائے۔

تہذیبی وتمدنی ارتقائی منصوبوں میں شرکت ووسعت

دنیا کے ہر ملک میں جو ترقیاتی منصوبے زیر عمل اور زیر تنفیذ ہیں ان میں شرکت اور اس کو وسعت دینے کی کوشش ایک ایسا قدم ہو سکتا ہے جس سے مختلف اقوام وملل اور انسانی طبقات کے درمیان فکری ہم آہنگی پیدا ہو سکے بشرطیکہ یہ ترقیاتی منصوبے تمدن کے فروغ کا باعث بن رہے ہوں۔

نئے مسائل کے حل کے لیے اجتہاد

ڈاکٹر طٰہٰ جابر علوانی نے لکھا ہے کہ اس دور کی فقہ اکیڈمیاں بھی اجتہاد نہیں کر رہی ہیں بلکہ وہ قدیم اقوال ہی کو نئے الفاظ و لباس میں پیش کر رہی ہیں اور وہ اجتہاد سے گریز کر رہی ہیں، جبکہ عصر حاضر کے نئے مسائل اجتہاد کے متقاضی ہیں۔

ضرورت ہے؛

سیاسی انقلاب و تبدیلی کے بجائے خدمت و دعوت الی الخیر کی۔ *

تکفیر و تفسیق کے بجائے ادب اختلاف کی رعایت اور تعاون باہمی کی۔ *

سائنسی علوم سے دلچسپی کی۔ *

ہندوستان جیسے ممالک میں میثاق وحدت پر عمل اور اکثریت کے ساتھ بہتر روابط کے لئے مذاکرات کی۔ *

مولانا امین عثمانی، سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی، نئی دہلی